# تاثیر قرآن کی حیرت انگیزی

مفتی عبدالقیوم صاحب مالیگانوی ☆

اللہ رب العزت نے سارے انسان کو ایک با مقصد زندگی دے کر پیدا کیا۔ وہ مقصدِ حیات نام ہے دو ذمہ داریوں کا۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان اس وسیع و عریض کائنات اور اس کی متنوع الاقسام اشیا اور مخلوقات سے استفادہ کرے۔ دوسرے اس استفادہ میں منشائے مولیٰ، مرضیات خدا اور اصول شریعت کو پیش نظر رکھے تاکہ استفادہ صحیح، جائز اور نفع بخش ثابت ہو۔ اس کے لیے رب کائنات نے انبیا علیہم السلام کو کتب ساویہ اور صحف مطہرہ کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اسی ضابطہ کے مطابق امام الانبیاء رسول اکرم ﷺ کو قرآن جیسی کتابِ ہدایت کے ساتھ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ قرآن جہاں تمام، کتب ساوی و غیر ساوی میں محبوب ترین اور محفوظ ترین ہے، وہیں پر موثر ترین بھی ہے۔ بلکہ اثر انگیزی اور انقلاب آفرین ہونے میں دنیائے انسانیت کے لیے حیرت انگیز بھی ہے۔ ایک ایسا انقلاب اور ایک ایسی محیر العقول تاثیر؛ جس نے پتھر دل کو موم سے زیادہ نرم بنا کر اجہل ترین افراد کو علم و دانش کا آفتاب و مہتاب، نادانوں کو عقل و دانائی کا مجسم، اور انسانوں کو ہی نہیں، بلکہ اپنی کوکھ سے جنم لینے والی معصوم جان کو زیرِ زمین گاڑنے والے سنگ دل بازوں کو اپنی جانیں دے کر دوسروں کی جانوں کو بچانے والا، خود پیاسے جان دے کر اوروں کو پانی دینے والا اور جان لینے کے بجائے جان قربان کرنے والا بنا دیا۔ کیا ہی سچ کہا ہے ۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سے تقریباً چھ صدی تک دنیائے انسانیت ضلالت و سفاکیت سے دوچار ہوئی۔ ہوتے ہوتے جہالت و تاریکی کے بام عروج پر، گمراہی اور

---

☆ استاذ جامعہ اکل کوا، انڈیا

ظلم وستم معراج کر چکی تھی، انسانوں کی اس نگری میں انسانیت بالکل جاں بلب تھی، ہر خیر سے محروم اور ہر شر سے معمور اس بھٹکتی، سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کو بچانے، لباس انسانیت پہنانے اور سارے امراض جسمانیہ وقلبیہ کے علاج کے لیے انسانوں کے رحیم وکریم پروردگار نے جس نسخۂ مؤثر کا انتخاب کیا وہ قرآن کریم ہے۔ تاریخ گواہ ہے، زمانہ شاہد اور گردش دوراں بتلاتی ہے کہ صرف ۲۳ رسال کی قلیل مدت میں چھ صدیوں پر مشتمل طویل ترین خرابیوں کا جڑ سے خاتمہ کر دیا اور ایک ایسی جماعت تیار کر دی کہ اُس جیسے انسان اس دھرتی پر نہ اُن سے پہلے آئے تھے اور نہ بعد میں اب تک آئے اور نہ صبح قیامت تک آئیں گے۔

صحابہ جیسی تربیت یافتہ جماعت، جہاں نبی کریم ﷺ کے سوز دروں اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہے، تو وہیں قرآن کریم جیسی پرتاثیر کتاب کی اثر انگیزی کی جیتی جاگتی تصویر بھی ہے۔ چونکہ قرآن عزیز کے اوّلین مخاطب اہل عرب تھے، جو زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ وممتاز مقام کے حامل تھے۔ اس لیے قرآن کریم کو سمجھنا عربی زبان کی لطافت ونزاکت اور اس کے موقع ومحل کی انفرادیت کو محسوس کرنا اُن کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ اُن کے لیے تو ایسا ہی تھا، جیسے کہ

''جو لوگ سمجھتے ہیں مشکل، مشکل اُس کے لیے ہے مشکل''

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ دامنِ اسلام میں

اس لیے قرآن کی زبان اور اس کے ادب عالی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کے قتل کا ارادہ لے کر دار الندوہ سے چلے اور اپنی دھن کے پکے، فولادی قوت کے مالک، اپنے ارادہ اور منزل کو پانے میں مستغرق حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ میں حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے کہنے پر اپنے بہنوئی کے گھر کا رخ کرتے ہیں اور ان کے کانوں میں دروازے پر قرآن عزیز کے حلاوت بھرے کلمات اور الفاظ پڑ چکے تھے۔ بہن بہنوئی کی پٹائی اور سرزنش کے بعد جب غصے کا لاوا سرد ہوا، دل نے سماعت قرآن کے لیے انگڑائیاں لیں اور شوق سماع تیز ہوگیا، تو دست بستہ اور عاجزی کے ساتھ التماس کرنے لگے کہ مجھے بھی وہ کلام سناؤ جو اس وقت تم تلاوت کر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو بہن بہنوئی کے معلم تھے، انہوں نے سورہ طٰہ کی ابتدائی آیات اِدھر پڑھنا شروع کی اور اُدھر دل کی دنیا زیر وزبر ہونا شروع ہوگئی اور اختتام تلاوت پر قرآن کی برکت

سے قلب کا سارا زنگ اور میل ایسا ختم ہوا کہ آستانۂ حضور میں لے جانے کی درخواست کی، دربار رسالت میں پہنچ کر کلمہ ایمان پڑھا اور نبی کی مانگی ہوئی دعا عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں پوری ہوگئی۔ یہ تاثیر قرآن کا عظیم واقعہ زبان وزد خاص وعام ہے۔

تاثیر قرآن کے واقعات اتنے کثیر ہیں کہ جن کے احاطے کے لیے مکمل کتاب درکار ہے۔ پھر بھی مضمون کی مناسبت اور مطابقت کے لیے دورِ نبوت کے ابتدائی واقعات پڑھتے چلیں۔

## ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بھائی انیس ایک مرتبہ مکہ معظمہ گیا۔ اس نے واپس آکر مجھے بتلایا کہ مکہ میں ایک ایسا شخص ہے، جو یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہاں کے لوگ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ بھائی نے کہا کوئی ان کو شاعر کہتا ہے، کوئی کاہن بتلاتا ہے اور کوئی جادوگر کہتا ہے۔ میرا بھائی انیس خود بھی بڑا شاعر اور کہانت وغیرہ سے واقف تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ جہاں تک میں نے غور کیا تو سمجھ میں یہی آیا کہ لوگوں کی یہ سب باتیں غلط ہیں۔ ان کا کلام نہ شعر ہے، نہ کہانت ہے، نہ مجنونانہ کلمات ہیں، بلکہ مجھے وہ کلام صادق نظر آتا ہے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھائی سے یہ کلمات سن کر میں نے مکہ کا سفر کیا اور مسجد حرام میں آکر پڑ گیا۔ اُس روز میں نے اِس طرح گزارے کہ سوائے زمزم کے پانی کے میرے پیٹ میں کچھ نہیں گیا۔ اس تمام عرصے میں نہ مجھے بھوک کی تکلیف معلوم ہوئی نہ میں نے کوئی ضعف محسوس کیا۔ واپس گئے تو لوگوں سے کہا کہ میں نے روم اور فارس کے فصحا وبلغا کے کلام بہت سنے ہیں اور کاہنوں کے کلمات اور حمیر کے مقالات بھی بہت سنے ہیں، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی مثال میں نے آج تک کہیں نہیں سنی۔ تم سب میری بات مانو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرلو، چنانچہ فتح مکہ کے سال میں ان کی پوری قوم کے تقریباً ایک ہزار آدمی مکہ پہنچ کر مسلمان ہوگئے۔

## ہرگز جھوٹے نہیں

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ عرب کے سردار سعد بن زرارہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے اقرار کیا کہ ہم نے خواہ مخواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے رشتے ناطے توڑے اور تعلقات خراب کیے۔ میں تو پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ بلاشبہ اللہ کے رسول

ہیں، ہرگز جھوٹے نہیں اور جو کلام وہ سناتے ہیں بشر کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔

## قیس بن نسیبہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

قبیلہ سلیم کا ایک شخص مسمّیٰ قیس بن نسیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا اور چند سوالات کیے، جن کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تو یہ اسی وقت مسلمان ہوگئے اور پھر اپنی قوم میں واپس گئے۔ تو لوگوں سے کہا میں نے روم و فارس کے فصحا و بلغا کے کلام تو بہت سنے ہیں، بہت سے کاہنوں کے کلمات سنے ہیں اور حمیر کے مقالات سنتا رہتا ہوں، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی مثل میں نے آج تک کہیں نہیں سنا۔ تم سب میری بات مانو اور ان کا اتباع کرو، انہیں کی تلقین پر ان کی قوم کے ایک ہزار آدمی فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

یہ اقرار و تسلیم صرف ایسے ہی لوگوں سے منقول نہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات سے یکسو اور غیر جانبدار تھے، بلکہ وہ لوگ بھی؛ جو ہر وقت، ہر قدم پر اور ہر طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں لگے ہوئے تھے قرآن کے متعلق ان کا بھی یہی حال تھا مگر اپنی موروثی ضد، ہٹ دھری، بغض اور حسد کی وجہ سے اس کا اظہار لوگوں پر نہ کرتے تھے۔

## ساری رات کیسے گزر گئی کچھ پتا ہی نہیں چلا

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''خصائص کبریٰ'' میں بہ حوالہ بیہقی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق رات کو اپنے اپنے گھروں سے اس لیے نکلے کہ چھپ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنیں۔ ان میں ہر ایک علیحدہ علیحدہ نکلا ایک کی دوسرے کو بالکل خبر نہ تھی اور علیحدہ علیحدہ گوشوں میں چھپ کر قرآن سننے لگے تو اس میں ایسے محو ہوگئے کہ ساری رات ایسے گزر گئی کہ کچھ پتا ہی نہیں چلا۔ جب صبح ہوئی تو سب اپنے گھروں کو واپس ہوئے، اتفاقاً راستہ میں مل گئے اور ہر ایک نے دوسرے کا قصہ سنا تو سب آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے یہ بری حرکت کی اور کسی نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کوئی ایسا نہ کرے۔ کیونکہ اگر عرب کے عوام کو اس کی خبر ہوگئی تو وہ سب مسلمان ہوجائیں گے۔ یہ کہہ سن کر سب اپنے اپنے گھر کو چلے گئے، اگلی رات پھر یہی کہانی لے کر سامنے آئی۔ ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہی ٹیس اٹھی کہ قرآن سنیں اور پھر اسی طرح چھپ

چھپ کر ہر ایک نے قرآن سنا۔ یہاں تک کہ رات گزر گئی اور صبح ہوتے ہی یہ لوگ واپس ہوئے تو پھر سرِ راہ ملاقات ہوگئی۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو لعن طعن کرنے لگے اور اس کے ترک پر سب نے اتفاق کی سیل بند مہر لگا دی۔ مگر تیسری رات آئی تو پھر اُسی قرآن کی لذت و حلاوت نے انہیں چلنے اور سننے پر مجبور کر دیا۔ پھر پہنچے اور رات بھر قرآن سن کر لوٹنے لگے تو پھر راہ میں کسی موڑ پر اجتماع ہوگیا۔ سب نے ایک دوسرے پر لعنت کے بادل برسائے اور پھر سب نے کہا کہ آؤ! آپس میں مل کر یہ پکا معاہدہ کرلیں کہ آئندہ ہرگز ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس معاہدہ کی تکمیل کی گئی اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ صبح کو اخنس بن شریق نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور پہلے ابوسفیان کے پاس پہنچا کہ بتاؤ اس کلام کے بارے یں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے دبے لفظوں میں قرآن کی حقانیت کا اعتراف کیا، تو اخنس نے کہا کہ بخدا میری بھی رائے یہی ہے۔ اس کے بعد وہ ابوجہل کے پاس پہنچا اور اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم نے محمد ﷺ کے کلام کو کیسا پایا؟ ابوجہل نے کہا کہ صاف اور سچی بات تو یہی ہے کہ ہمارے خاندان اور بنو مناف کے خاندان میں ہمیشہ سے چشمک چلی آتی ہے، قوم کی سیادت و قیادت میں وہ جس محاذ پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں، ہم ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ انہوں نے سخاوت و بخشش کے ذریعہ قوم پر اپنا اثر جمانا چاہا تو ہم نے ان سے بڑھ کر یہ کام کر دکھایا، انہوں نے لوگوں کی ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں، تو ہم اس میدان میں بھی ان سے پیچھے نہیں رہے۔ یہاں تک کہ پورا عرب جانتا ہے کہ ہم دونوں خاندان برابر حیثیت کے مالک ہیں۔ ان حالات میں ان کے خاندان سے یہ آواز اٹھی کہ ہمارے خاندان میں ایک نبی پیدا ہوا ہے، جس پر آسمان سے وحی آتی ہے، اب ظاہر ہے کہ اس کا مقابلہ کیسے کریں؟ اس لیے کہ ہم نے تو یہ طے کرلیا ہے کہ ہم زور اور طاقت سے ان کا مقابلہ کریں گے اور کچھ بھی ہوجائے، ہم ہرگز ان پر ایمان نہ لائیں۔

یہی قرآن کا وہ کھلا ہوا معجزہ ہے، جس کا دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔ یہ تمام واقعات علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں نقل کیے ہیں۔

## اب عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے ملیں

یہ تو چند نمونے تھے۔ دورِ نبوت کے بعد کے زمانوں میں بھی قرآن کی یہی تاثیر نمایاں رہی ہے۔ چنانچہ بہت ہی مشہور واقعہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ہے۔ جو وقت کے محدث عظیم

ہونے کے ساتھ عظیم فقیہ بھی ہے، جن کی جلالت علمی دنیائے علم میں بہت مستند ہے۔ ایک موسیقی نگار اور گانے بجانے کے عادی تھے، ایک مرتبہ اپنی مخصوص طبیعت کے اقتضا سے محفل سماع و موسیقی سجائی اور جوشِ ترنم میں ستار بجانا چاہتے تھے۔ لیکن وہ بند رہی اور بجی نہیں، اس ستار کو بنانے اور سنوارنے کی پوری کوشش کی گئی۔ کافی دیر بعد اس میں سے قرآن کی آیت ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ کی صدائے حق سنائی دینے لگی۔ دل پر ایک چوٹ لگی اور حلاوتِ قرآنی اپنی مخصوص رفتار سے دل کی گہرائیوں میں سمانے لگی۔ فوراً ہی تمام آلات لہو ولعب توڑ ڈالے اور صدائے قرآن پر لبیک کہتے ہوئے طلبِ علم، تلاش ہدایت اور منزل جاناں کی جستجو میں نکل پڑے۔ ایک دن ایسا بھی آیا کہ آپ بے مثال محدث اور بے نظیر فقیہ کی صورت میں امت کی بیش بہا خدمات کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا اور ساری امت کو اپنی خدمات سے ممنوع بنا دیا۔

## ادیبِ کامل مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ سے ملاقات

اس سے زیادہ برا حال مفسر قرآن اور ادیب کامل علامہ عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ کا تھا، جو دہریت کے درجہ پر پہنچے ہوئے تھے، ذہانت و فطانت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ خدا اور رسول اور قرآن کے تصورِ حق سے کوسوں دور تھے۔ ایک مرتبہ جج سید اکبر حسین الہ آبادی نے اُن سے کہا کہ قرآن پڑھا کرو تو جواب دیا کہ اُس میں تو پرانے واقعات، من گھڑت قصے اور غیر مستند باتیں ہیں۔ درخواست گزار سید اکبر حسین جج نے کہا کہ ادبی حیثیت ہی سے پڑھ لو۔ تمہیں ادبی قوت معلوم ہوگی۔ چونکہ یہ مولانا کا موضوع تھا، اس لیے یہ بات سمجھ میں آ گئی۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اس طرح سے قرآن شریف پڑھا کہ سوٹ بوٹ چڑھا اور آرام دِہ کرسی پر پیر پھیلا کر حمائل شریف، مثل ناولوں کے مطالعہ کر رہا تھا۔ وضو وغیرہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ پوری سورہ فاتحہ دیکھ لی، اس کے بعد سورہ بقرہ پڑھنی شروع کی تو دو تین رکوع کے بعد پیر کو سکوڑ لیا اور سنجیدہ ہو کر دیکھنا شروع کیا کہ اس میں تو بڑی حکمت کی باتیں ہیں اور نفسیات کے پہلو کھولے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے پورا پارہ پڑھ لیا پھر دوسری مرتبہ باوضو پڑھا اور چند پارے پڑھنے کے بعد دل میں یہ بات جم گئی کہ یہ حکیمانہ کلام ہے لیکن کچھ اشکالات تھے، جو سید اکبر حسین صاحب کے مشورے سے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضری کے بعد حل ہوگئے۔ اور تاثیرِ قرآن سے ضلالت و دہریت کی تمام تاریکیاں کافور ہوگئیں۔

اسی طرح حضرت حکیم الاسلام نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا کہ میرٹھ میں ایک نوجوان ہندو لڑکا ملا۔ مگر اس کی بات مسلمانوں جیسی تھی۔ میں نے معلوم کیا کہ تم ہندو ہو، مگر باتیں مسلمانوں جیسی کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں ہندو تھا، مگر اب مسلمان ہوگیا ہوں۔ ابھی تک ہم نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم مسلمان کیسے ہوگئے؟ اسلام کی کون سی خوبی تم نے دیکھی؟ اس نے کہا کہ میری نظر اس پر گئی کہ قرآن شریف میں کوئی لفظ اور جملہ ایسا نہیں، جس میں اللہ کا نام نہ ہو۔ یہ وہی دین کرسکتا ہے، جو صحیح توحید پھیلائے اور ایک ہی طرف رجوع کرائے کہیں ﴿اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلَیْمٌ﴾ کہیں ﴿واتقوا اللّٰہ﴾ کہیں ﴿یعلمکم اللّٰہ﴾ جگہ جگہ پر اللہ کا نام ہے، جو کسی مذہبی کتاب میں نہیں دیکھا۔ اس کثرت سے اللہ کا نام استعمال کیا گیا ہو، یہ بات میرے دل کو چھوگئی کہ قرآن کا ہر جملہ خدا ہی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن جیسی پُر تاثیر کتاب دنیا میں کوئی نہیں۔ اسی لیے سردارانِ مکہ اپنے حلقۂ یاراں کو کہتے تھے ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ کہ اس قرآن کو سنو ہی مت! بلکہ جب یہ قرآن پڑھے تو اس میں شور وغل مچا دیا کرو، تاکہ غلبہ تمہارا ہی ہو۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو قرآن سنے گا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا اور رفتہ رفتہ ہمارا زور ختم ہوکر مسلمانون کی طاقت مضبوط ہوجائے گی۔ سیدنا ابوبکر صدیق کو مکہ چھوڑ کر اسی لیے جانا پڑا تھا کہ اُن کی تلاوتِ قرآن اور گریہ وخشیت سے زنانِ قریش متاثر ہوتی تھیں۔

## ہماری ہی نیتوں کا بگاڑ ہے

قسم بہ خدا! قرآن آج بھی اپنی تاثیر میں آپ ہے۔ فساد ہمارے قلوب کا ہے، غفلت ہماری ہے، بگاڑ ہماری نیتوں کا ہے۔ اگر اب بھی ہم قرآن کو لفظاً و معناً اس کے حقوق کے ساتھ اپنی زندگیوں میں بسائیں اور زندگی کے ہر شعبے میں قرآن کو حاکم اور فیصل بنالیں تو ضرور کایا پلٹے گی اور تاریکی کا راج ختم ہوگا۔ اور صبحِ نو کی کرنوں سے ایک بار پھر عالم جگمگائے گا۔